شمارہ نمبر ۱۸

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فروری/ ۲۰۲۱

دوماہی مجلّہ

الاجماع

- امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت۔ (قسط ۵)
- حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کی تدلیس کا مسئلہ،
- قاضی، حافظ عمر بن الحسن الاشنانیؒ (م ۳۳۹ھ) صدوق ہیں،
- اصحاب الحدیث کا اصحاب الرائے پر تشدد، ایک حقیقت ہے،
- امام ابو نعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ ہیں۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

<u>نوٹ:</u>

حضرات ! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔

اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے۔ حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر آگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں،

تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ **حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں، اور تم زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔**

محدث ابو المآثر حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر ،اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت۔ (قسط ۵)

(رسول اللہ ﷺ کے کلام مبارک سے)

مولانا نذیر الدین قاسمی

دلیل نمبر ۱۴:

چنانچہ ثقہ، ثبت، حافظ، امام احمد بن منیعؒ (م ۲۴۴ھ) فرماتے ہیں کہ

أبنا إسحاق الأزرق، ثنا سفيان و شريك، عن موسى ابن أبي عائشة، عن عبد الله بن شداد، عن جابر قال: قال رسول الله - صلى الله عليه و سلم -: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: کہ جس کا نماز میں کوئی امام ہو، تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔ (مسند احمد بن منیع بحوالہ **اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری: ج ۲: ص ۸۰، ج ۲: ص ۱۶۸**)

روات کی تحقیق:

(۱)　امام احمد بن منیعؒ (م ۲۴۴ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۱۴، تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج ۱: ص ۲۶۹**)

(۲)　اسحاق بن یوسف الازرقؒ (م ۱۹۵ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حجت، حافظ الحدیث اور ثبت، مامون، امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۹۶، سیر، تاریخ الاسلام**)

(۳)　امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) بھی مشہور ثقہ، امام، حافظ الحدیث اور حجت ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۴۴۵**)، ان کے متابع میں شریک بن عبد اللہ النخعیؒ (م ۱۷۷ھ) بھی عند المتابعات صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التھذیب: رقم ۲۷۸۷**)

(۴)　موسی بن ابی عایشہؒ اور

(۵)　ابو الولید، عبد اللہ بن شداد بن الہادؓ کی تفصیل گزر چکی۔

(۶)　عبد اللہ بن جابرؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (**تقریب**)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں۔

ائمہ محدثین کی تصحیح:

اور حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے اس روایت کو اپنی کتاب میں ۲، ۲ جگہ نقل کر کے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے

اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری: ج۲: ص۸۰، ج۲: ص۱۶۸۔

نیز امام ابن الہمامؒ (م ۸۶۱ھ)، حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ)، شیخ، فاضل، محدث محمد ہاشم سندھیؒ (م ۱۱۷۴ھ)، مشہور مفسر، محدث، محمود بن عبداللہ الآلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ)، محدث محمد بن علی النیمویؒ (م ۱۳۲۲ھ)، محدث الہند، امام انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) وغیرہ نے بھی اس کو اپنی اپنی کتابوں میں صحیح قرار دیا ہے۔ (**فتح القدیر: ج۱: ص۳۳۸، تخریج احادیث الاختیار: ج۱: ص۱۶۸، طبع الفاروق، مصر، تنقیح الکلام: ص۱۳۲، رسالۃ الدکتوراۃ، تفسیر آلوسی: ج۵: ص۱۴۱، آثار السنن مع تعلیق الحسن: ص۹۴، العرف الشذی: ج۱: ص۳۱۲**)[۱]

<u>**محترم اثری صاحب کی کرم فرمائیاں:**</u>

اثری صاحب کہتے ہیں کہ خلاصہ کلام ہے کہ ''مسند احمد بن منیع'' کے نسخہ میں اس روایت کا ہونا محل نظر ہے۔ اگر ہوتی تو حافظ ابن حجرؒ اس کا ذکر کرتے۔ علامہ ابن ہمامؒ نے اسے ''اتحاف المھرۃ'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مگر علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی یہ روایت نہیں اور مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کے انداز سے عیاں ہوتا ہے کہ ''اتحاف المھرۃ'' میں یہ روایت نہیں۔ (**توضیح الکلام: ص۸۵۱**)

اور ایک اور جگہ موصوف محدث کشمیریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ

فتح القدیر کے حاشیہ البدر المنیر لابی الحسن السندھی میں ہے کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے شیخ ابن ہمامؒ کو لکھا کہ اس حدیث کا ماخذ کیا ہے، تو انھوں نے جواباً تحریر فرمایا: کہ میں نے یہ روایت علامہ بوصیریؒ کی ''اتحاف المھرۃ'' سے لی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ بوصیریؒ نے فرمایا کہ میں نے جب حافظ ابن حجرؒ کے سامنے اس سند کو پڑھا۔ ابھی میں متن تک نہیں پہنچا تھا کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ تو حدیث من کان لہ امام کی طرف لوٹتی ہے، تو میں حافظ کی ذکاوت پر متعجب ہوا۔

علامہ کشمیریؒ یہ مذاکرہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

میں نے جب یہ حکایت اپنے شیخ (شیخ الہندؒ) سے عرض کی، تو انھوں نے فرمایا کہ حافظ اس حدیث پر راضی نہیں۔ میں نے کہا اگرچہ اس سے راضی نہیں، مگر انھوں نے اس کی علت بیان نہیں کی۔

یہ پوری حکایت اس بات کا ثبوت ہے کہ حافظ ابن حجرؒ اس سند سے متفق نہیں۔ اگر علامہ بوصیریؒ اس کی علت کا مطالبہ کرتے، تو یقیناً، اس کی وضاحت بھی وہ فرمادیتے۔ لیکن علامہ بوصیریؒ نے حافظ کی ذکاوت کا اعتراف کر کے گویا اس کی تائید کر دی ہے۔ اور یہی کچھ شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے سمجھا۔ (**توضیح الکلام: ص۸۵۲**)،

<u>**الجواب:**</u>

اثری صاحب کے اعتراضات درج ذیل ہیں:

(۱) اتحاف المہر ۃ کے نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے، جو علامہ کشمیریؒ اور حبیب الرحمٰن کے زیر نظر ہیں۔(**توضیح الکلام: ص ۸۵۱**)، بلکہ کہتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ علامہ بوصیریؒ نے اسے "**اتحاف المھرۃ**" میں ذکر کیا ہو، مگر جب حافظ سے ان کا مذاکرہ ہوا، تو حقیقت حال سے آگاہی کے بعد خود ہی اس روایت کو 'اتحاف' سے قلم زد کر دیا ہو، غالباً یہی وجہ ہے کہ "**اتحاف المھرۃ**" کے نسخے مختلف ہیں۔ بعض میں یہ روایت ہے اور بعض میں نہیں ہے۔(**توضیح الکلام: ص ۸۵۱-۸۵۲**)

(۲) حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو المطالب العالیۃ میں ذکر نہیں کیا؟؟؟

(۳) فتح القدیر کے حاشیہ البدر المنیر لابی الحسن السندھی کی حکایت کی حیثیت؟؟؟

ترتیب وار ان شقوں کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

پہلی شق کا جواب:

ارشاد الحق اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ "**اتحاف المھرۃ** کے نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے، جو علامہ کشمیریؒ اور حبیب الرحمٰن کے زیر نظر ہیں۔۔۔۔۔ عین ممکن ہے کہ علامہ بوصیریؒ نے اسے "**اتحاف المھرۃ**" میں ذکر کیا ہو، مگر جب حافظ سے ان کا مذاکرہ ہو، تو حقیقت حال سے آگاہ ہو کے بعد خود ہی اس روایت کو 'اتحاف' سے قلم زد کر دیا ہو، غالباً یہی وجہ ہے کہ "**اتحاف المھرۃ**" کے نسخے مختلف ہیں۔ بعض میں یہ روایت ہے اور بعض میں نہیں ہے" غیر صحیح، بلکہ مردود ہے۔ کیونکہ

اولاً آج جتنے نسخے "**اتحاف الخیرۃ المھرۃ**" کے موجود ہے۔ سب میں یہ روایت موجود ہے۔ چنانچہ **دار المشکاۃ للبحث العلمی**، مکتبہ دار الوطن، الریاض، سے جو اتحاف کا نسخہ شائع ہوا، اس میں یہ روایت **کتاب الامامۃ**، **باب: باب ترك القراءۃ خلف الإمام** کے تحت موجود ہے۔ دیکھئے **ج ۲: ص ۸۰**۔

كتاب

إتحاف الخيرة المهرة

بزوائد المسانيد العشرة

للإمام الحافظ شهاب الدين

أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري

تقديم فضيلة الشيخ الدكتور

أحمد معبد

عضو هيئة التدريس بجامعة
الإمام محمد بن سعود الإسلامية سابقا

تحقيق

دار المشكاة للبحث العلمي

بإشراف

أبو تميم ياسر بن إبراهيم

المجلد الثاني

دار الوطن للنشر

بالقرآن، فلما فرغ قال: هل قرأ أحد . . . » فذكره دون قول معمر .

[١/١٠٧٥] وقال أحمد بن منيع: أبنا إسحاق الأزرق، ثنا سفيان وشريك، عن موسى ابن أبي عائشة، عن عبد الله بن شداد، عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة».

[٢/١٠٧٥] قال : وثنا جرير، عن موسى بن أبي عائشة، عن عبد الله بن شداد، عن النبي ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة» ولم يذكر. عن جابر.

[٣/١٠٧٥] رواه عبد بن حميد[١]: ثنا أبونعيم، ثنا الحسن بن صالح [عن جابر][٢] عن أبي الزبير، عن جابر، عن النبي ﷺ . . . فذكره.

قلت: حديث جابر بن عبد الله هذا إسناده صحيح ، رجاله كلهم ثقات.

رواه ابن ماجه في سننه[٣] بسند ضعيف من طريق جابر الجعفي، عن أبي الزبير، عن جابر . . . فذكره .

وهذا الحديث معروف برواية الحسن بن عمارة الكوفي، وقد تكلموا فيه كثيرًا كذبه شعبة، ونقل الساجي إجماع أهل الحديث على ترك حديثه، وفيه كلام كثير جداً، فرواه الحسن بن عمارة ، عن موسى بن أبي عائشة به موصولا ، وسيأتي أبسط من هذا [في كتاب][٤] افتتاح الصلاة في باب [قراءة الفاتحة][٤] خلف الإمام .

وزعم ابن عدي[٥] أن الحسن بن عمارة تفرد بوصله، قال: وقد رواه عن موسى غيره مثل: شعبة، [١/ق١٦٦-ب] والثوري، وزائدة، وزهير بن معاوية، و[أبو][٦] عوانة، وابن عيينة، و[أبو][٦] الأحوص، وجرير بن عبدالحميد، وابن أبي ليلى، وقيس بن

---

(١) المنتخب(٣٢٠ رقم١٠٥٠) .

(٢) من المنتخب ، وهو جابر بن يزيد الجعفي شيخ الحسن بن صالح بن حي ، ويروي عن أبي الزبير محمد بن مسلم بن تدرس ، كما في تراجمهم من تهذيب الكمال . ولم يتنبه المصنف -رحمه الله- أنه قد سقط منه جابر عند نقله لهذا الحديث؛ فصححه وجعله على شرط مسلم كما سيأتي برقم(١٢٧٦)، وأعلّ رواية ابن ماجه بجابر الجعفي ، لكن قال الحافظ المزي في التحفة (٢ / ٢٩١): ورواه أبو نعيم، عن الحسن بن صالح، عن أبي الزبير، عن جابر ولم يذكر جابر الجعفي.

(٣) (١/٢٧٧ رقم٨٥٠) .

(٤) عسف التجليد به بالأصل ، وقد استعنا بالمختصر في ضبطه .

(٥) الكامل(٢ / ٢٩٢) .

(٦) في «الأصل»: أبي. خطأ .

اسی طرح شیخ ابوعبدالرحمٰن عادل بن سعد اور شیخ ابواسحاق سید بن محمود بن اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ، **مکتبۃ الرشد، الریاض**، سے طبع شدا نسخہ میں بھی یہ روایت **کتاب الامامۃ**، باب **"باب ترك القراءة خلف الإمام"** کے تحت موجود ہے۔ دیکھئے **ج ٢: ص ٢٢٥**۔

إتحاف الخيرة المهرة
بزوائد المسانيد العشرة

تأليف
الإمام أحمد بن أبي بكر ابن إسماعيل
البوصيري
المتوفى ٨٤٠هـ

تحقيق

أبي عبد الرحمن
عادل بن سعد

أبي إسحاق
السيد بن محمود بن إسماعيل

المجلد الثاني

مكتبة الرشد
الرياض

٨ ـ باب
ترك القراءة خلف الإمام
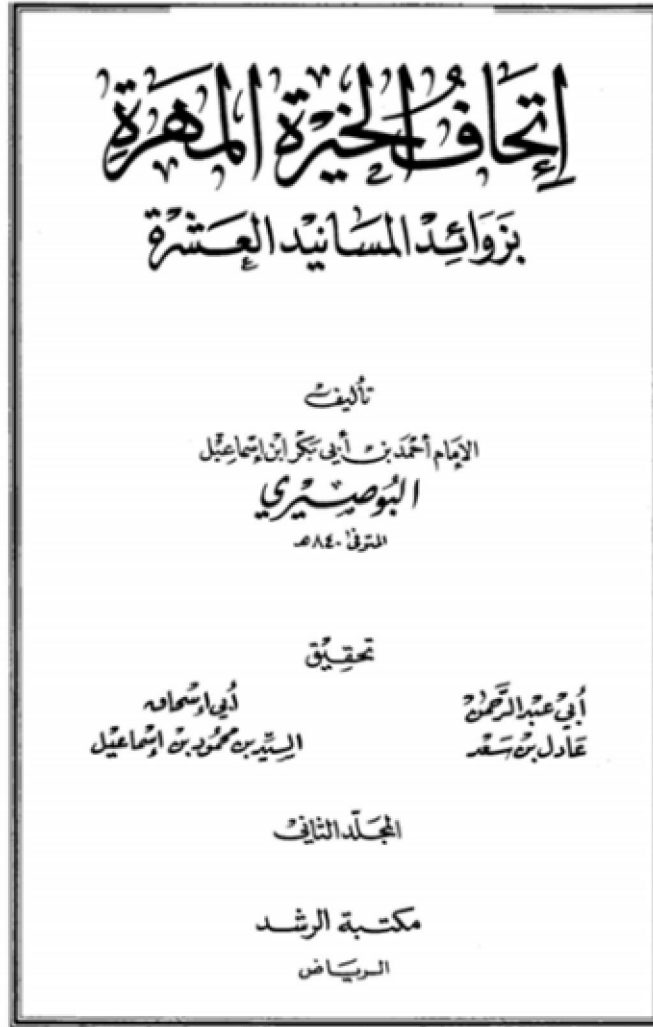
١٥٦٤ ـ قال مسدد : ثنا إسماعيل : ثنا عبد الرحمن بن إسحاق ، ن يزيد بن عبد اللّه ، عن عطاء بن يسار ، قال زيد بن ثابت : لا أقرأ مع لإمام .

هذا إسناد موقوف .

١٥٦٥ ـ قال مسدد : ثنا سفيان : ثنا الزهري : سمعت ابن أكيمة حدث عن سعيد بن المسيب : سمعت أبا هريرة يقول : صلى بنا النبي ﷺ ىلاة أظن أنها الصبح ، فقال : « **هل قرأ خلفي منكم أحد ؟** » فقال رجل : نا ، فقال : « **إني أقول مالي أنازع القرءان ؟!** » قال معمر : فانتهت الناس عن لقراءة فيما جهر رسول اللّه ﷺ[1] .

١٥٦٦ ـ قال : وثنا إسماعيل : أنبا عبد الرحمن بن إسحاق ، عن زهري ، عن ابن أكيمة الجندعي ، عن أبي هريرة قال : صلى رسول اللّه ﷺ صلاة مما يجهر فيها بالقرءان فلما فرغ ، قال : « **هل قرأ أحد** » فذكره ون قول معمر .

١٥٦٧ ـ وقال أحمد بن منيع : ثنا إسحاق الأزرق : ثنا سفيان شريك ، عن موسى بن أبي عائشة ، عن عبد اللّه بن شداد ، عن جابر ال : قال رسول اللّه ﷺ : « **من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة** » .

(١) « مجمع الزوائد » (٢/١٠٩) وعزاه لأحمد والطبراني .

ایک قابل غور بات:

اس مسند احمد بن منیع کی روایت کے تحت میں ان دونوں نسخوں کے محققین نے مخطوطات کا کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔ لہذا ان دونوں نسخوں کی تحقیق میں جن جن مخطوطات کا ذکر، ان کے محققین نے کیا ہے۔ (**نسخہ دار الوطن: ج ۱: ص ۲۲، نسخہ مکتبۃ الرشد: ج ۱: ص ۱۱**)، ان تمام میں یہ روایت موجود تھی۔

لہذا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ "بعض میں یہ روایت ہے اور بعض میں نہیں ہے"، غیر صحیح، بلکہ مردود ہے۔

اتحاف الخیرۃ المھرۃ کا ایک مخطوطہ:

اتحاف الخیرۃ المہرۃ کا ایک مخطوطہ جو کہ جامع الازہر میں محفوظ ہے، اس مخطوطے میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اس مخطوطے کی تفصیل کے لئے دیکھئے **اتحاف الخیرۃ المہرۃ نسخہ دار الوطن: ج ۱: ص ۲۲، نسخہ مکتبۃ الرشد: ج ۱: ص ۱۱۔**
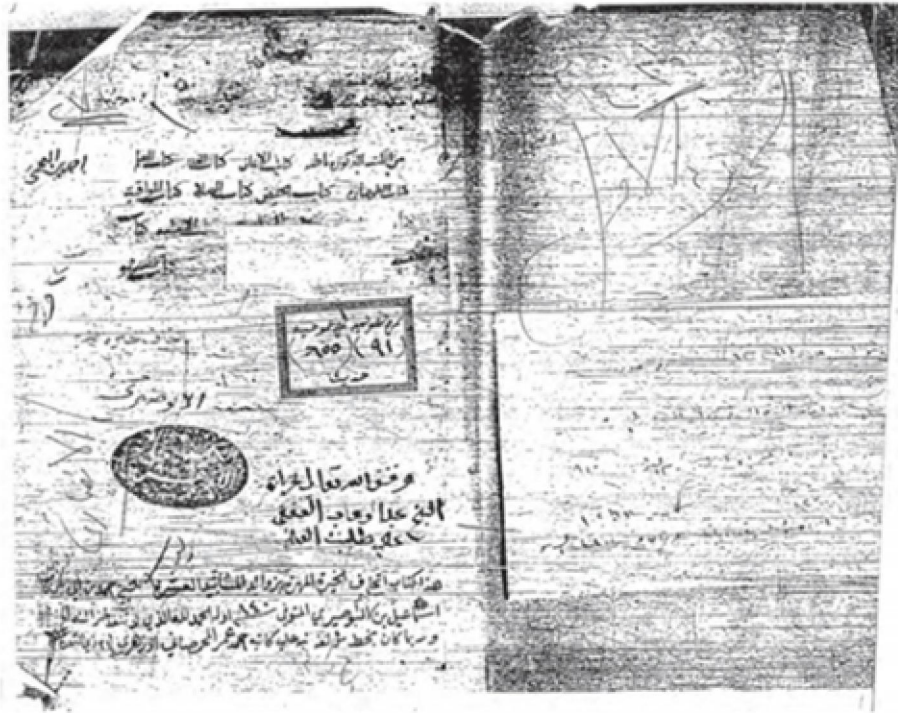
نوٹ:

اتحاف الخیرۃ المہر ۃ میں ایک جگہ نہیں ۲، ۲ جگہ یہ روایت موجود ہے۔ چنانچہ کتاب الامامۃ، (دیکھئے ص: ۳) کے علاوہ کتاب افتتاح الصلاۃ میں بھی حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے ''ترك القراءة خلف الإمام'' کا باب باندھا اور اس میں یہ روایت دوبارہ ذکر کی ہے۔ دیکھئے **اتحاف الخیرۃ المہر ۃ نسخہ دار الوطن: ج ۲: ص ۱۶۸، نسخہ مکتبۃ الرشد: ج ۲: ص ۳۴۳۔**

كتاب
إتحاف الخيرة المهرة
بزوائد المسانيد العشرة
للإمام الحافظ شهاب الدين
أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري
تقديم فضيلة الشيخ الدكتور
أحمد معبد
تحقيق
دار المشكاة للبحث العلمي
بإشراف
أبو تميم ياسر بن إبراهيم
المجلد الثاني
دار الوطن للنشر

٢٢- باب ترك القراءة خلف الإمام

[١/١٢٦٤] **قال أحمد بن منيع** : أبنا إسحاق الأزرق، ثنا سفيان وشريك، عن موسى ابن أبي عائشة، عن عبدالله بن شداد، عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة».

[٢/١٢٦٤] **قال** : وثنا جرير، عن موسى بن أبي عائشة، عن عبدالله بن شداد، عن النبي ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة» ولم يذكر: عن جابر .

[٣/١٢٦٤] **رواه عبد بن حميد**[١]: ثنا أبونعيم، ثنا الحسن بن صالح [عن جابر][٢] عن أبي الزبير، عن جابر، عن النبي ﷺ . . . فذكره.

قلت: إسناد حديث جابر الأول صحيح على شرط الشيخين، والثاني على شرط مسلم.

[٤/١٢٦٤] **رواه ابن ماجه في سننه**[٣]: بزيادة رجل ضعيف في الإسناد فقال: ثنا علي بن محمد، ثنا عبيدالله بن موسى، عن الحسن بن صالح، عن جابر -هو الجعفي- عن أبي الزبير . . . فذكره . .

[٥/١٢٦٤] [ق/١٩٤/١-أ] **ورواه الحافظ أبوعبدالله الحاكم**: أبنا أبو أحمد بكر بن محمد بن حمدان الصيرفي، ثنا عبد الصمد بن الفضل البلخي، ثنا مكي بن إبراهيم، عن أبي حنيفة، عن موسى بن أبي عائشة، عن عبدالله بن شداد بن الهاد، عن جابر بن عبدالله، عن النبي ﷺ «أنه صلى فكان من خلفه يقرأ، فجعل رجل من أصحاب النبي ﷺ ينهاه عن القراءة في الصلاة، فلما انصرف أقبل عليه الرجل فقال: أتنهاني عن القراءة خلف رسول الله ﷺ ؟! فتنازعا حتى ذكر ذلك للنبي ﷺ فقال النبي ﷺ: من صلى خلف إمام فإن قراءة الإمام له قراءة».

[٦/١٢٦٤] **ورواه البيهقي في سننه**[٤] عن الحاكم بالإسناد.

---

(١) المنتخب (٣٢٠ رقم١٠٥٠) .

(٢) من المنتخب ، وهو جابر بن يزيد الجعفي ، وقد سقط من نسخة المصنف ، فحكم بصحة إسناده، وأعل حديث ابن ماجه بجابر بن يزيد الجعفي، وقد رواه ابن ماجه من طريق الحسن، عن جابر به كما هنا، فتنبه.

(٣) (٢٧٧/١ رقم٨٥٠) .

(٤) السنن الكبرى (١٥٩/٢) .

إتحاف الخيرة المهرة
بزوائد المسانيد العشرة

تأليف

الإمام أحمد بن أبي بكر ابن إسماعيل

البوصيري

المتوفى ٨٤٠هـ

تحقيق

أبي عبد الرحمن
عادل بن سعد

أبي إسحاق
السيد بن محمود بن إسماعيل

المجلد الثاني

مكتبة الرشد
الرياض

۲۱ ـ باب
ترك القراءة خلف الإمام

۱۸۳۲ ـ قال أحمد بن منيع : أنبا إسحاق الأزرق : ثنا سفيان وشريك ، عن موسى بن أبي عائشة ، عن عبد الله بن شداد ، عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : « **من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة** » .

۱۸۳۳ ـ قال : وثنا جرير ، عن موسى بن أبي عائشة ، عن عبد الله ابن شداد ، عن النبي ﷺ : « **من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة** » ولم يذكر عن جابر .

۱۸۳٤ ـ ورواه عبد بن حميد : ثنا أبو نعيم : ثنا الحسن بن صالح ، عن أبي الزبير ، عن جابر عن النبي ﷺ فذكره .

قلت : إسناد حديث جابر الأول صحيح على شرط الشيخين والثاني على شرط مسلم .

رواه ابن ماجه في « سننه » بزيادة رجل ضعيف في الإسناد فقال : ثنا علي بن محمد : ثنا عبيد الله بن موسى ، عن الحسن بن صالح ، عن جابر هو الجعفي ، عن أبي الزبير فذكره .

ورواه الحافظ أبو عبد الله الحاكم : أنبا أبو أحمد بكر بن محمد بن حمدان الصيرفي : ثنا عبد الصمد بن الفضل (البلخي)[1] : ثنا مكي بن

(۱) غير واضحة بالأصل وإثباتها من كتب الرجال .

اتحاف کا مخطوطہ، جس کی تفصیل گزر چکی، اس کا وہ صفحہ ملاحظہ فرمائیں، جہاں پر **کتاب الامامۃ** کے علاوہ **کتاب افتتاح الصلاۃ** میں بھی حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے "**ترك القراءة خلف الإمام**" کا باب باندھا اور اس میں یہ روایت دوبارہ ذکر کی ہے۔

باب القراءة الفاتحة خلف الإمام

باب ترك القراءة خلف الإمام

نوٹ:

حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے اپنی کتاب "اتحاف الخیرۃ المھرۃ" کے علاوہ اپنی "۲" اور کتابوں میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

پہلی کتاب:

حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے اپنی کتاب "اتحاف الخیرۃ المھرۃ" کا اختصار کیا، جس کا نام "مختصر اتحاف الخیرۃ المھرۃ" ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اتخاف الخیرۃ المھرۃ نسخہ دار الوطن: ج۱: ص ۱۷، ۲۰، اس میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

(مختصر اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ج۱: ص ۴۳۳، طبع دار الکتب علمیۃ، بیروت)

مختصر

إتحاف السادة المهرة

بزوائد المسانيد العشرة

تأليف

الإمام أبي العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل

الكناني الشافعي الشهير بالبوصيري

المتوفى سنة ٨٤٠هـ

تحقيق

سيد كسروي حسن

المجلد الأول

١—٢

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

﴿غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾[1] قال الذين خلفه: آمين. التقت من أهل السماء ومن أهل الأرض. آمين غفر الله للعبد ما تقدم من ذنبه» قال: «ومثل الذي لا يقول: آمين كمثل رجل غزا مع قوم فاقترعوا فخرجت[2] سهامهم ولم يخرج سهمه فقال: ما لسهمي لم يخرج؟ قال إنك لم تقل آمين».[3]

رواه أبو يعلى وفي سنده ليث بن أبي سليم والجمهور على تضعيفه وهو في الصحيحين وغيرهما دون قوله: ومثل الذي.. إلى آخره. ولما تقدم شاهد من حديث أبي هريرة، وتقدم في باب قراءة البسملة.

١٥ ـ باب قراءة الفاتحة خلف الإمام وترك القراءة خلفه

١٤٣٨ ـ عن محمد بن أبي عائشة عمن شهد ذاك قال: صلى رسول الله ﷺ فلما قضى صلاته قال: «أتقرؤون والإمام يقرأ؟» قال فسكتوا. قال: «تقرؤون والإمام؟» قالوا: إنا لنفعل. قال: «فلا تفعلوا إلا أن يقرأ أحدكم بأم الكتاب في نفسه»[4].

رواه مسدد، وابن أبي عمر، واللفظ لهما، والإمام أحمد بسند جيد وتقدم له شواهد في كتاب الإمامة.

١٤٣٩ ـ وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ يؤمّنا فيجهر ويخافت فجهرنا فيما جهر وخافتنا فيما خافت[5].

رواه أبو بكر بن أبي شيبة بسند ضعيف.

١٤٤٠ ـ وعن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة»[6].

---

(١) سورة الفاتحة (الآية: ٧).

(٢) في الأصل: «فخرج» والتصويب من المقصد العلي والمجمع.

(٣) الحديث في مسند أبي يعلى برقم (٦٤١١/١١)، وفي المقصد العلي برقم (٢٧٥) وذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (١١٣/٢) وقال: قلت: في الصحيح بعضه. رواه أبو يعلى وفيه ليث بن أبي سليم وهو ثقة مدلس وقد عنعنه.

(٤) ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد عن أنس (١١٠/٢) وقال: رواه أبو يعلى والطبراني في الأوسط ورجاله ثقات. وذكره عن رجل كما هنا بنحوه (١١١/٢) وقال: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح.

(٥) طرفه عند أحمد بن حنبل في المسند (٣٠٨/٢).

(٦) ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد (١١١/٢) عن أبي سعيد الخدري وقال: رواه الطبراني في الأوسط وفيه: أبو هارون العبدي وهو متروك.

رواه أحمد بن منيع مرفوعًا بسند صحيح على شرط الشيخين ومرسلاً بسند رجاله ثقات.

ورواه عبد بن حميد بسند صحيح على شرط مسلم.

ورواه ابن ماجة[١] بسند ضعيف.

ورواه الحاكم، البيهقي[٢].

١٦ ـ باب تخفيف الصلاة، والقراءة بأقصر السور

١٤٤١ ـ وعن حَيان البَارقي قال: قيل لابن عمر رضي الله عنهما ـ أو قال له رجل: ـ إني أصلِّي خلف فلان وإنه يطيل الصلاة. فقال: إنَّ ركعتين من صلاة رسول الله ﷺ كان أخف[٣] من ركعة من صلاة فلان ـ أو كان مثل صلاة فلان أو مثل ركعة من صلاة فلان[٤] ـ.

رواه أبو داود الطيالسي بإسناد صحيح. حيان بن إياس ذكره ابن حبان في الثقات، وباقي رجال الإسناد رجال الصحيح.

١٤٤٢ ـ وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: أن النبي ﷺ صلَّى بهم الفجر فقرأ بهم بأقصر سورتين من القرآن ـ أو أوجز ـ قال: فلما قضى الصلاة قال له أبو سعيد الخدري ـ أو مُعاذ: ـ يا رسول الله رأيتُك صليتَ صلاة ما رأيتك صلّيت مثلَها قط. قال: **«أما سمعت بكاء الصبي خَلْفي في صفّ النساء أردتُ أن أفرّغ له أمّه»**[٥].

٧٦/ب /رواه أبو بكر بن أبي شيبة وعبد بن حميد بسند ضعيف لضعف أبي هارون العبدي.

لكن له شاهد في الصحيحين وغيرهما من حديث أنس، ورواه البخاري وغيره من حديث قتادة.

١٤٤٣ ـ وعن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه قال: آخر كلام كلمني به رسول الله ﷺ حين استعملني على الطائف قال: **«خَفِّف الصلاة على الناس»** حتى وقَّتَ لي:

(١) راجع السنن (٨٥٠).
(٢) راجع السنن الكبرى (٢/ ١٦٠، ١٦١).
(٣) كذا في الأصل. وفي المطالب: «كانتا أخف».
(٤) ذكره ابن حجر في المطالب العالية برقم (٤٤٥) وعزاه لأبي داود الطيالسي.
(٥) ذكره ابن حجر في المطالب العالية برقم (٤٤٧) وعزاه لأبي بكر بن أبي شيبة.

اسی طرح "مختصر اتحاف الخیرة المهرة" کا مخطوطہ المكتبة شستر بيتي، المدينة: دبلن، الدولة: ايرلندا، رقم الحفظ: ۱/ ۳۰۹۹ میں موجود ہے۔ اس مخطوطہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

3099

MUKHTAṢAR ITḤĀF AL-SĀDAT AL-BARARA BI-ZAWĀ'ID AL-MASĀNĪD AL-'ASHARA, by Abu 'l-'Abbās Aḥmad b. Abī Bakr b. Ismā'īl AL-BŪṢĪRĪ al-Kinānī al-Shāfi'ī (d. 840/1436).

[The first part of an epitome of the author's own collection of Traditions.]

Foll. 328. 27·3 × 18·4 cm. Clear scholar's naskh.

Undated, 10/16th century.

Brockelmann ii. 67, Suppl. ii. 72.

الكتاب لم يزد على ذلك غيره (ن) رواه مسدد واحمد بن حنبل بسند حسن والحرث وابو يعلى والبيهقي
واصله في الصحيحين وغيرهما من حديث عبادة بن الصامت لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب
قال الترمذي والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم عمر بن الخطاب
وجابر بن عبد الله وعمران بن الحصين وغيرهم قالوا لا تجزئ صلاة الا بقراءة فاتحة الكتاب وبه
يقول ابن المبارك والشافعي واحمد واسحق وعن علي بن يحيى بن خلاد عن عمه قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقرأ في الركعتين الاوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الاخريين بفاتحة
الكتاب (ن) رواه اسحق بسند ضعيف لتدليس ابن اسحق وضعف مندل بن علي لكن له شاهد من
حديث جابر بن عبد الله رواه ابن ماجة والبيهقي وقال وروينا ما دل على هذا عن علي بن ابي
طالب وابن مسعود وعائشة وعن مجاهد ان يهوديا اتى باهل مسجد وهم يقولون آمين قال
اليهودي والذي علمكم آمين انهم لعلى الحق (ن) رواه مسدد ورجاله ثقات وعن انس بن مالك رضي
الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطيت ثلث خصال صلاة في الصفوف واعطيت
السلام وهو تحية اهل الجنة واعطيت آمين ولم يعطها احد ممن كان قبلكم الا ان يكون الله
اعطاها هرون فان موسى كان يدعو ويؤمن هرون (ن) رواه الحرث بسند ضعيف لضعف زربي
بن عبد الله لكن رواه ابن خزيمة في صحيحه وتردد في ثبوته وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال الذين خلفه
آمين التقت من اهل السماء ومن اهل الارض آمين غفر الله للعبد ما تقدم من ذنبه قال ومثل الذي
لا يقول آمين كمثل رجل غزا مع قوم فاقترعوا فخرج سهامهم ولم يخرج سهمه فقال ما لسهمي لم يخرج
قال انك لم تقل آمين (ن) رواه ابو يعلى وفي سنده ليث بن ابي سليم والجمهور على تضعيفه واصله
في الصحيحين وغيرهما دون قوله ومثل الذي الى اخره باب ــــــــ قراءة الفاتحة
خلف ... (ن) عن محمد بن ابي عائشة عمن شهد ذلك قال صلى
رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قضى صلاته قال اتقرؤن والامام يقرأ فسكتوا قال
تقرؤن والامام يقرأ قالوا انا لنفعل قال لا تفعلوا الا ان يقرأ احدكم بام الكتاب في نفسه (ن) رواه
مسدد وابن ابي عمر واللفظ لهما والامام احمد بسند جيد وتقدم له شواهد في كتاب الامامة
وعن ابي هريرة رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فيجهر ويخافت فجهرنا
فيما جهر وخافتنا فيما خافت (ن) رواه ابو بكر بن ابي شيبة بسند ضعيف وعن جابر رضي
الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة (ن) رواه
احمد بن منيع مرفوعا بسند صحيح على شرط الشيخين ومرسلا بسند رجاله ثقات ورواه عبد
بن حميد بسند صحيح على شرط مسلم ورواه ابن ماجة بسند ضعيف ورواه الحاكم والبيهقي
باب ــــــــ تخفيف الصلاة والقراءة بافضل السور
(ن) عن حيان البارقي قال قيل لابن عمر رضي الله عنهما او قال له رجل اني اصلي خلف فلان وانه يطيل
الصلاة فقال الا ان ركعتين من صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانا اخف من ركعة من صلاة فلان او

<u>دوسری کتاب:</u>

حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) نے اپنی ایک اور کتاب "مصباح الزجاجة" میں یہی روایت ذکر کی ہے۔ (ج ۲: ص ۵۵٦)

المملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة
عمادة البحث العلمي
رقم الإصدار (٦٣)

تأليف
الحافظ شهاب الدين أبو العباس أحمد بن أبي بكر
ابن إسماعيل بن سليم بن قايماز البوصيري
الكناني المصري

تحقيق ودراسة
د. عوض بن أحمد الشهري
عضو هيئة التدريس في الجامعة الإسلامية
بكلية الحديث الشريف

الجزء الثاني

(٦) باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا

(٣١٢) حدثنا علي بن محمد، ثنا عبيد الله بن موسى، عن الحسن بن صالح[١]،عن جابر، عن أبي الزبير عن جابر قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

من كان له إمام فإن قراءة الإمام له قراءة .

هذا إسناد ضعيف، جابر هو ابن يزيد الجعفي متهم .

لكن رواه أحمد بن منيع، وعبد بن حميد بسند صحيح كما بينته في زوائد المسانيد العشر[٢]، وهذا حديث مخالف لما رواه الأئمة الستة من حديث ٥٦/أ

(١) ابن صالح بن حي الهمذاني بسكون الميم، ثقة فقيه عابد رمي بالتشيع من السابعة مات سنة تسع وستين ومائة وكان مولده سنة مائة / بخ م ٤ (التقريب ١٦٧/١) وانظر التهذيب والخلاصة حيث وقع خطأ في سنة الوفاة في التقريب .

(٢) كتاب الإمامة ، باب ترك القراءة خلف الإمام وهو عند عبد بن حميد ثنا أبو نعيم ثنا الحسن بن صالح عن أبي الزبير عن جابر عن النبي ﷺ وفيه عنعنة أبي الزبير وقال الألباني في الإرواء ٢٧٠/٢ : الظاهر أن الحسن بن صالح على ثقته كان يضطرب فيه وعند أحمد بن منيع ثنا إسحاق الأزرق ثنا سفيان وشريك عن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر فذكره : وقد أعل بالإرسال انظر سنن الدارقطني ٣٢٤/١ والكامل لابن عدي ٧٠٦/٢، ونصب الراية ٦/٢-١٠ والإرواء ٢٧١/٢، ٢٧٢، قال البخاري في جزء القراءة ص ٩ : " هذا خبر لم يثبت عند أهل العلم من أهل الحجاز ، وأهل العراق ، وغيرهم لإرساله وانقطاعه" وقال المجد =

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) کی کتاب "اتحاف الخیرۃ المھرۃ" کے موجودہ تمام مطبوع وغیر مطبوع نسخوں میں یہ روایت ۲، ۲ جگہ موجود ہے۔ نیز اس کتاب کے اختصار کے مطبوع ومخطوطے میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ بلکہ خود حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) کے نزدیک بھی "اتحاف الخیرۃ المھرۃ" میں انہوں نے مسند احمد بن منیعؒ سے روایت صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ جیسا کہ مصباح الزجاجہ کا حوالہ گزر چکا۔

لہذا اثری صاحب کا یہ کہنا کہ "یہ روایت بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں"، باطل ومردود ہے۔

محدث کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) کا حوالہ:

محدث کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں کہ

"فما وجدت الحديث في النسخة التي تحت مطالعتي لإتحاف المهرة لكني أقطع بأن الحديث صحيح, وأن في نسختي سقطاً من الناسخ فإن القصة المفصلة المذكورة لا يمكن انكارها"

پھر میں نے میرے مطالعہ میں موجود اتحاف کے نسخے میں یہ روایت نہیں پائی، لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور میرے اتحاف کے نسخے میں یہ روایت ناسخ سے ساقط ہوگئی، کیونکہ [ابوالحسن سندھیؒ کا نقل کردہ] مذکورہ مفصل قصے کا انکار ممکن نہیں ہے۔ (**العرف الشذی: ج۱: ص ۳۱۲**)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خود محدث کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے صراحت کردی کہ ان کے نسخے میں یہ روایت ناسخ کی غلطی کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔ لیکن موصوف اثری نے اس بات کو نقل نہیں کیا ہے۔

محدث ابوالمآثر حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ) کے حوالے کی حقیقت:

چونکہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) کی کتاب "**المطالب العالیۃ**" میں یہ روایت نہیں ہے۔ اس لئے محدث اعظمیؒ نے اس روایت کو بحوالہ اتحاف الخیرۃ نقل نہیں کیا۔ لیکن جو بات اثری صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے نسخے میں بھی یہ روایت نہیں تھی، وہ مردود ہے۔ کیونکہ محدث اعظمیؒ نے خود صراحت کردی کہ انہوں نے المطالب العالیۃ کی تحقیق میں اتحاف کے جس نسخے کو استعمال کیا ہے، وہ **مختصر اتحاف الخیرۃ المھرۃ** کا نسخہ ہے۔ (**المطالب العالیۃ لابن حجر، بتحقیق اعظمی: ج۱: ص ن**)

اور مختصر اتحاف الخیرۃ المھرۃ میں یہ روایت موجود ہے، جیسا کہ ہم نقل کر آئے ہے۔ (**دیکھئے ص: ۱۵**)، لہذا اثری صاحب کا یہ حوالہ بھی ان کے کوئی کام کا نہیں ہے۔

اور رجوع والی بات بھی موصوف کی صرف اپنی خیالی بات ہے، اس کا حقیقت سے کوئی لینے دینا نہیں ہے۔

دوسری شق کا جواب:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے المطالب العالیۃ میں مسند احمد بن منیع سمیت ۸ مسانید سے، کتب الستۃ پر زائد نقل کئے ہے۔ لیکن حافظؒ نے کامل طور پر ہر ہر باب کے تمام زاوئد نقل نہیں کئے۔ یہی وجہ ہے کہ خود اثری صاحب نے اپنی ہی کتاب میں محدث اعظمیؒ سے نقل کیا ہے کہ

اس باب میں حافظ ابن حجرؒ نے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کو ذکر نہیں کیا۔ جنہیں ابو یعلیٰؒ نے روایت کیا ہے اور ان کو بوصیریؒ نے ذکر کیا ہے۔ (**توضیح الکلام: ص ۸۵۱**)

اس طرح کی اور بھی مثالیں ذکر کی جاسکتی ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظؒ نے کامل طور پر ہر ہر باب کے تمام زاوئد نقل نہیں کئے۔

لہذا جب کامل طور پر تمام زوائد ذکر ہی نہیں کئے گئے، تو اثری صاحب کا حافظؒ کے اس روایت کے عدم ذکر سے ان کے نزدیک اس روایت کے غیر معتبر پر ہونے پر استدلال کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

تیسری شق کا جواب:

اور رہا فقیہ ابوالحسن سندھیؒ (م ۱۱۳۸ھ) کی ذکر کردہ حکایت، تو عرض ہے کہ ابوالحسن السندھیؒ (م ۱۱۳۸ھ) نے اس حکایت کو کہا سے نقل کیا ہے؟؟؟ کیا غیر مقلدین ایسی حکایت کو مانتے ہیں، جس کی سند کا کوئی علم نہیں ہے؟؟؟

اور اگر فقیہ ابوالحسن سندھیؒ (م ۱۱۳۸ھ) کی ذکر کردہ حکایت کو مان بھی لیا جائے، تو حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) اخیر میں کہتے ہیں کہ

"ثم قال البُوصيري: فعلمت من تبسُّمه أنه ليس براضٍ عنه غير أنه لم يردَّه صراحةً أيضًا"

تو میں نے ان کی تبسم سے جانا کہ حافظؒ اس حدیث سے راضی نہیں ہے، مگر انہوں نے صراحتاً اس روایت کو رد نہیں کیا۔ (**فیض الباری: ج ۲: ص ۳۴۷**)

یعنی اس روایت سے حافظؒ راضی نہیں تھے، یہ حافظ بوصیریؒ کا خیال ہے۔ حافظؒ نے صراحتاً زبان سے اس روایت کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا، نیز اگر حافظؒ راضی نہیں تھے، تو زیادہ سے زیادہ یہ جرح غیر مفسر ہوئی، جس کا رد محدث کشمیریؒ نے کردیا ہے۔ (**العرف الشذی : ج ۱: ص ۳۱۲**)

شاید یہی وجہ ہے کہ خود ناقل حافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) سمیت کئی ائمہ وعلماء نے حافظؒ کے خلاف میں اس حدیث کی تصحیح وتحسین فرمائی ہے۔

لہذا اس حکایت سے اثری صاحب کا استدلال باطل ومردود ہے۔ اور یہ روایت بالتحقیق والیقین صحیح ومقبول ہے۔ واللہ اعلم

ثقہ، ثبت، حافظ ابوزبیر، محمد بن مسلم المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کی تدلیس کا مسئلہ۔

-مفتی ابو احمد ابن اسماعیل المدنی

صحیح مسلم اور سنن اربع کے مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابوزبیر، محمد بن مسلم المکیؒ (م ۱۲۸ھ) مدلس ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کو مدلسین کے ''تیسرے طبقے'' میں شمار کیا ہے۔ (**طبقات المدلسین لابن حجر: ص ۴۵**)،

مدلسین کے ''تیسرے طبقے'' کے بارے میں حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) نے کہا:

''ثالثها من توقف فيهم جماعة فلم يحتجوا بهم إلا بما صرحوا فيه بالسماع وقبلهم آخرون مطلقا كالطبقة التي قبلها لأحد الأسباب المتقدمة كالحسن وقتادة وأبي إسحاق السبيعي وأبي الزبير المكي وأبي سفيان طلحة بن نافع وعبد الملك بن عمير''

مدلسین کا تیسرا طبقہ وہ ہے جن کی ''عنعنہ'' سے ایک جماعت نے توقف کیا ہے یہاں تک کہ وہ سماع کی صراحت کردے۔ جب کہ دوسری جماعت نے ان کی روایت کو مطلقاً قبول کیا ہے، طبقات ثانیہ کے مدلسین کی طرح، ان میں دوسرے طبقہ والوں کے اوصاف پائے جانے کی وجہ سے۔ (**جامع التحصیل: ص ۱۱۳**)

حافظ سبط ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ (**التبیین لأسماء المدلسین: ص ۶۶**)

حافظ ابوزرعہ، ابن العراقیؒ (۸۲۷ھ) بھی حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱ھ) سے اتفاق کرتے ہیں۔ (**المدلسین لابی زرعہ: ص ۱۰۸-۱۰۹، ص ۳۳**)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اپنے کتاب طبقات المدلسین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''وهي مستمدة من جامع التحصيل للامام صلاح الدين العلائي شيخ شيوخنا تغمده الله برحمته''

یہ کتاب [یعنی طبقات المدلسین] حافظ العلائیؒ کی کتاب جامع التحصیل سے ماخوذ شدہ ہے۔ (**طبقات المدلسین: ص ۱۳**)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمہ حدیث کے نزدیک طبقات ثالثہ کے مدلسین کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کی ''عنعنہ'' کے بارے میں توقف کیا ہے یہاں تک وہ سماع کی تصریح کردے۔ اور بعض نے ان کی روایت کو طبقات ثانیہ کے مدلسین کی طرح مطلقاً قبول کیا ہے۔

یعنی تیسرے طبقہ میں ہونے کی وجہ سے، حافظ الحدیث، امام ابوزبیر، محمد بن مسلم المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کی تدلیس کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ان کی ''عنعنہ'' کے بارے میں توقف کیا ہے یہاں تک وہ سماع کی تصریح کردے اور

بعض ان کی ''عنعنہ'' کو مطلقاً قبول کیا ہے۔لیکن چونکہ بعض مدلسین مثلاً حافظ ابو اسحاق السبیعیؒ (م۱۲۹ھ)، امام الزہریؒ (م۱۲۵ھ)، ابوعبیدۃ بن عبداللہ بن مسعودؒ (م بعد ۸۰ھ) وغیرہ تیسری طبقہ میں ہونے کے باوجود ''قلیل التدلیس'' ہے۔

لیکن کسی خاص قصہ کی وجہ سے، یہ حضرات تدلیس میں مشہور ہو گئے ہیں، یہی حال حافظ ابوزبیر المکیؒ (م۱۲۸ھ) کا بھی ہے۔

حافظ ابوزبیر المکیؒ (م۱۲۸ھ) قلیل التدلیس ہیں:

چنانچہ ائمہ نے صراحت کی ہے کہ وہ کثیر التدلیس نہیں ہے:

(۱) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ ''فإن التدلیس فیهم قلیل ''اہل حرمین یعنی اہل مکہ اور اہل مدینہ میں تدلیس بہت کم ہے۔(**الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: ج۲:ص۲۸۶**)

اور حافظ ابوزبیر، محمد بن مسلمؒ (م۱۲۸ھ) بھی ''مکی'' ہے۔

(۲) امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) نے کہا: ''أن أهل الحجاز و الحرمین، و مصر و العوالي، لیس التدلیس من مذهبهم'' کہ اہل حجاز، اہل مکہ، اہل مدینہ، اہل مصر اور ان کے آس پاس کے لوگوں کا مذہب تدلیس کرنے کا نہیں تھا۔

(۳) امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) نے کہا: ''ولم نعرف بالتدلیس ببلدنا، فیمن مضی ولا من أدرکنا من أصحابنا، إلا حدیثا ''ہم ہمارے شہر مکہ میں پچھلے لوگوں اور ان اصحاب کے تعلق سے، جن کو ہم نے پایا ہے نہیں جانتے کہ وہ حضرات نے تدلیس کی ہے، سوائے چند احادیث میں۔(**کتاب الرسالۃ للشافعی: ص۳۷۸-۳۷۹**)

یعنی اہل مکہ قلیل التدلیس ہیں۔

معلوم ہوا کہ اہل مکہ بہت کم تدلیس کرتے تھے، یعنی حافظ ابوزبیر المکیؒ (م۱۲۸ھ) قلیل التدلیس ہیں۔

حافظ ابوزبیر المکیؒ (م۱۲۸ھ) ثقہ سے تدلیس کرتے تھے:

- اور حافظ ابن القیمؒ (م۷۵۱ھ) نے کہا :

''أبو الزبیر وإن کان فیه تدلیس فلیس معروفا بالتدلیس عن المتهمین و الضعفاء، بل تدلیسه من جنس تدلیس السلف، لم یکونوا یدلسون عن متهم ولا مجروح''

ابوزبیر المکیؒ (م۱۲۸ھ) اگرچہ مدلس ہے، لیکن وہ ضعفاء اور متہم رواۃ سے تدلیس کرنے میں غیر معروف ہے۔اور ان کی تدلیس، اسلاف کی تدلیس کی طرح ہے اور اسلاف متہم اور مجروح رواۃ سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔(**زادالمعاد: ج۵:ص۴۰۸**)

نیز تہذیب الکمال للمزی میں موجود ان کے شیوخ میں کوئی ایک شیخ بھی ضعیف نہیں ہے۔(ج ۲۶:ص ۴۰۲، نیز دیکھئے کتاب الثقات لابن حبان: ج ۵:ص ۹۷، سنن ابوداود: حدیث نمبر ۴۴۲۸، المنتقی لابن الجارود: حدیث نمبر ۸۱۴)،

لہذا حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کی رائے قوی اور مضبوط ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ:

حافظ ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ) نے حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کی تدلیس کو قابل قبول مانا ہے۔ چنانچہ شیخ طاہر الجزائریؒ (م ۱۳۳۸ھ) کہتے ہیں کہ

وقد تعرض ابن حزم لذكر التدليس في كتاب الإحكام فقال في فصل من يلزم قبول نقله الأخبار وأما المدلس فينقسم قسمين۔

أحدهما حافظ عدل ربما أرسل حديثه وربما أسنده وربما حدث به على سبيل المذاكرة أو الفتيا أو المناظرة فلم يذكر له سندا وربما اقتصر على ذكر بعض رواته دون بعض فهذا لا يضر سائر رواياته شيئا لأن هذا ليس جرحة ولا غفلة لكنا نترك من حديثه ما علمنا يقينا أنه أرسله وما علمنا أنه أسقط بعض من في إسناده ونأخذ من حديثه ما لم نوقن فيه شيئا من ذلك وسواء قال أخبرنا فلان أو قال عن فلان أو قال فلان عن فلان كل ذلك واجب قبوله ما لم يتيقن أنه أورد حديثا بعينه إيرادا غير مسند فإن أيقنا ذلك تركنا ذلك الحديث وحده فقط وأخذنا سائر رواياته۔

وقد روينا عن عبد الرزاق بن همام قال كان معمر يرسل لنا أحاديث فلما قدم عليه عبد الله بن المبارك أسندها له وهذا النوع منه كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي إسحاق السبيعي وقتادة بن دعامة وعمرو بن دينار وسليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة وقد أدخل علي بن عمر الدارقطني فيهم مالك بن أنس ولم يكن كذلك ولا يوجد له هذا إلا في قليل من حديثه أرسله مرة وأسنده أخرى۔

(توجيه النظر إلى أصول الأثر: ج ۲:ص ۵۷۲-۵۷۳)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ (م بعد ۷۰ھ) سے روایت کرنے میں حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کا مقام:

حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ)، حضرت جابرؓ (م بعد ۷۰ھ) کی روایات میں ثقہ، ثبت، حافظ، مکثر اور متقن تھے۔ چنانچہ

(۱) امام عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) نے کہا: ''**كنا إذا خرجنا من عند جابر بن عبد الله تذاكرنا حديثه، فكان أبو الزبير من أحفظنا للحديث**''، جب بھی ہم جابر بن عبد اللہؓ کے پاس سے نکلتے، تو ہم آپس میں ان کی احادیث کا مذاکرہ کرتے، تو ابو

زبیرؒہم میں سب سے زیادہ جابرؓ کی احادیث کو یاد رکھتے تھے۔(المعرفۃ والتاریخ للفسوی: ج ۲: ص ۲۲)

- ایک روایت میں امام عطاءؒ (م ۱۱۴ھ) کہتے ہیں کہ "كان ألزمنا لجابر, وأحفظنا للحديث, كنا نخرج من عند جابر فيخبرنا بما سمعنا"۔(التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمۃ: ج ۱: ص ۲۳۶)

- حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کہتے ہیں "كان عطاء يقدمني إلى جابر, أحفظ لهم الحديث"۔

(۲) امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ "وما نازع أبا الزبير, عمرو بن دينار في حديث عن جابر إلا زاد عليه أبو الزبير"۔(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ص ۵۱۰)

(۳) امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے کہا: "أبو الزبير صاحب جابر"۔

- ایک روایت میں کہا: کہ "أَبو الزبير أَثبت من أبي سفيان"۔

- ایک جگہ کہا: کہ "أبو الزبير أحب إلي من أبي سفيان, يعني طلحة بن نافع المكي, صاحب جابر بن عبد الله"۔

(موسوعة أقوال يحيى بن معين في الجرح والتعديل وعلل الحديث: ج ۴: ص ۲۶۰)

(۴) ابوالفضل، عبیداللہ بن احمد الہرویؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا: "أكثر رواياته عن جابر بن عبد الله"۔(المعجم فی المشتبہ اسامی المحدثین للہروی: ص ۱۳۰)

(۵) امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے کہا: "سمع جابرا وأكثر الرواية عنه"۔(تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ۲: ص ۲۳۲)

(۶) حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: "أكثر عن جابر"۔(میزان الاعتدال: ج ۴: ص ۳۷)

(۷) شیخ ھاشم بن ھزاع الشنبری نے کہا: "امام من ائمة العلم ثقة حافظ متقن فی جابر بن عبد اللہ و فی غیرہ"۔

(مرویات ابی الزبیر عن جابر فی الکتب التسعة جمعا و دراسة للشیخ ھاشم بن ھزاع الشنبری)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) جابرؓ کی روایات میں مکثر، ثقہ، ثبت، حافظ اور متقن ہیں۔اور وہ جابرؓ (م بعد ۷۰ھ) کو لازم پکڑے ہوئے تھے، یہاں تک وہ حضرت جابرؓ (م بعد ۷۰ھ) سے روایت کرنے میں اتنے مشہور و معروف ہو گئے کہ حافظ ابوشیخ الاصبہانیؒ (م ۳۶۹ھ) کو کتاب "احادیث ابی الزبیر عن غیر جابر" لکھنی پڑھی۔

- اور امام عبداللہ بن زبیر الحمیدیؒ (م ۲۱۹ھ) کہتے ہیں کہ "وإن كان رجل معروفا بصحبة رجل والسماع منه, مثل ابن جريج عن عطاء أو هشام بن عروة عن أبيه وعمرو بن دينار عن عبيد بن عمير, ومن كان مثل هؤلاء في ثقتهم, ممن

يكون الغالب عليه السماع ممن حدث عنه, فأدرك عليه أنه أدخل بينه وبين من حدث رجلا غير مسمى, أو أسقطه, ترك ذلك الحديث الذي أدرك عليه فيه أنه لم يسمعه, ولم يضره ذلك في غيره, حتى يدرك عليه فيه مثل ما أدرك عليه في هذا, فيكون مثل المقطوع"

اگر کوئی مدلس راوی کسی استاد کی صحبت اور اس سے روایت کرنے میں معروف ہے مثلاً ابن جریج عن عطاء، ہشام بن عروۃ عن ابیہ اور عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر وغیرہ۔ لہذا جو کوئی راوی اپنے ثقہ شیخ سے اس طرح ہو، کہ وہ اپنے شیخ سے روایت کرنے میں مکثر ہو، پھر وہ راوی اپنے اور شیخ سے روایت کرنے میں نامعلوم فرد کو داخل کرے، تو صرف نامعلوم فرد والی روایت کو ترک کیا جائے گا اور اس نہ معلوم فرد کی روایت سے، اس راوی کی دیگر روایات کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، یہاں تک کہ وہ نامعلوم فرد دیگر روایت میں آجائے تو وہ نامعلوم فرد کی روایت، منقطع روایت کی طرح ہوگی۔ (**الکفایۃ للخطیب: ص ۳۷۴، وسندہ صحیح**)

- قریب قریب یہی بات، امام ابوالحسین، مسلم بن الحجاج القشیریؒ (م ۲۶۱ھ) نے بھی کہی ہے۔ (**صحیح مسلم: ج ۱: ص ۳۰، ت فوائد عبدالباقی**) [۱]

لہذا اس اصول کی روشنی میں اگر حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) حضرت جابرؓ (م بعد ۷۰ھ) سے روایت کرنے میں کبھی کسی روایت میں نامعلوم شخص کو داخل کرے، تو صرف وہ خاص نامعلوم شخص کی روایت متروک ہوگی۔ لیکن اس نامعلوم فرد کی روایت کی وجہ

---

(۱) امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) کے الفاظ یہ ہیں:

فيقال له: فإن كانت العلة في تضعيفك الخبر، وتركك الاحتجاج به إمكان الإرسال فيه، لزمك أن لا تثبت إسنادا معنعنا حتى ترى فيه السماع من أوله إلى آخره" وذلك أن الحديث الوارد علينا بإسناد هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة فبيقين نعلم أن هشاما قد سمع من أبيه، وأن أباه قد سمع من عائشة، كما نعلم أن عائشة قد سمعت من النبي صلى الله عليه وسلم، وقد يجوز إذا لم يقل هشام في رواية يرويها عن أبيه: سمعت، أو أخبرني، أن يكون بينه وبين أبيه في تلك الرواية إنسان آخر، أخبره بها عن أبيه، ولم يسمعها هو من أبيه، لما أحب أن يرويها مرسلا، ولا يسندها إلى من سمعها منه، وكما يمكن ذلك في هشام، عن أبيه، فهو أيضا ممكن في أبيه، عن عائشة، وكذلك كل إسناد لحديث ليس فيه ذكر سماع بعضهم من بعض، وإن كان قد عرف في الجملة أن كل واحد منهم قد سمع من صاحبه سماعا كثيرا، فجائز لكل واحد منهم أن ينزل في بعض الرواية، فيسمع من غيره عنه بعض أحاديثه، ثم يرسله عنه أحيانا، ولا يسمي من سمع منه، وينشط أحيانا فيسمي الذي حمل عنه الحديث ويترك الإرسال، وما قلنا من هذا موجود في الحديث مستفيض، من فعل ثقات المحدثين وأئمة أهل العلم۔ (صحيح مسلم: ج ۱: ص ۳۰، ت فوائد عبدالباقی)

سے، ان کی جابرؓ سے مروی دیگر روایات پر کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور ان کی ان سے دیگر روایات صحیح وسالم ہوگی یہاں تک وہ نامعلوم شخص دیگر روایت میں بھی ظاہر ہوجائے۔

کیونکہ حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ)، حضرت جابرؓ (م بعد ۷۰ھ) سے روایت کرنے میں ثقہ، حافظ، ثبت، متقن اور مکثر ہیں۔ نیز وہ "صاحب جابر" کی حیثیت سے معروف ومشہور ہے۔ لہذا "ابو الزبیر عن جابر" کی روایات مقبول ہوگی۔

- یہی اصول کی وجہ سے امام سیلمان بن مہران الاعمشؒ (م ۱۴۸ھ) کی تدلیس کے دفاع میں حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ

"ومتى قال عن تطرق إلى احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم: كإبراهيم، وابن أبي وائل، وأبي صالح السمان، فإن روايته عن هذا الصنف محمولة على الاتصال"۔ (میزان الاعتدال: ج۲: ص۲۲۴)

الغرض "ابو الزبیر عن جابر" کی روایات صحیح ومقبول ہوگی۔

خلاصہ یہ

(۱)　حافظ ابوزبیر المکیؒ (م ۱۲۸ھ) کثیر التدلیس نہیں ہے۔

(۲)　صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے۔

(۳)　ان کا حضرت جابرؓ کی روایت میں "عنعنہ" خاص طور سے مقبول ہے، یہاں تک کہ روایت میں نامعلوم فرد ظاہر ہوجائے۔ کیونکہ وہ ان سے روایت کرنے میں ثقہ، ثبت، حافظ، متقن، مکثر اور مشہور ومعروف تھے۔ واللہ اعلم

قاضی، حافظ عمر بن الحسن الاشنانیؒ (م ۳۳۹ھ) صدوق ہیں۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

قاضی، حافظ الحدیث، ابو الحسین، عمر بن الحسن الاشنانیؒ (م ۳۳۹ھ) صدوق ہیں۔ چنانچہ

(۱)　ابو علی الہروی المحدثؒ (م ۳۵۶ھ) نے کہا: "صدوق"۔

- اس پر امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا کہ "إن أصحابنا ببغداد يتكلمون فيه" بغداد کے ہمارے اصحاب نے ان پر کلام کرتے ہیں۔

- ابو علی الہروی المحدثؒ (م ۳۵۶ھ) جواب میں کہتے ہیں کہ "ما سمعنا أحداً يقول فيه أكثر من أنه كان لا يرى الإجازة سماعاً، وكان لا يحدث إلا من أصوله"۔

(۲)　صدوق، حافظ، عادل، طلحہ بن محمد الشاہدؒ (م ۳۸۰ھ) نے کہا: "كان من جِلّة الناس، ومن أصحاب الحديث المجوِّدين، وأحد الحفاظ، قد حدث حديثاً كثيراً، وحمل الناس عنه قديماً وحديثاً"۔

(۳)　حافظ ابو علی، حسین بن علی بن یزید النیسابوریؒ (م ۳۴۹ھ) نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

- اس کے جواب میں امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے کہا کہ "فقال: بئس ما قال شيخنا أبو علي، ثم ذكر أنه رأى بين يديه كتاباً وفيه وهم في الرواية، وقال: كان يكذب"۔ جس کا رد کرتے ہوئے

(۴)　حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے کہا: "وقال الذهبي: لم يصح هذا" حافظ ذہبیؒ نے کہا کہ امام دارقطنیؒ کا ان کو کذاب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

- اور پھر حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے ان کو "الثقات" میں شمار کیا ہے۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۷: ص ۲۷۵**)

(۵)　حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا: "تحديث ابن الأشناني في حياة إبراهيم الحربي له فيه أعظم الفخر وأكبر الشرف، وفيه دليل على أنه كان في أعين الناس عظيما، ومحله كان عندهم جليلا"۔ (**تاریخ بغداد: ج ۱۱: ص ۲۳۷**)

(۶) حافظ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) نے کہا: ''وكان من جِلَّة الناس، ومن أصحاب الحديث، والحُفَّاظ المُجَوِّدين''۔(مرآۃ الجمان لسبط ابن الجوزی: ج۱۶: ص۴۸۶)

(۷) امام ابوالمؤید الخوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) کہتے ہیں کہ ''الإمام الحافظ القاضي''۔(جامع المسانید للخوارزمی: ج۱: ص۹۱، ۵)

(۸) حافظ ابن سید الناسؒ (م ۷۳۴ھ) نے کہا: ''وثقه بعضهم وتكلم فيه آخرون''۔(النفح الشذی لابن سید الناس: ج۴: ص۳۱۲)، یعنی حسن الحدیث ہیں۔

(۹) حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے بھی کہا: ''عمر بن الحسن شيخ الدارقطني وثقه بعضهم وتكلم فيه آخرون''۔(البدر المنیر: ج۳: ص۵۶۳)

(۱۰) علامہ عبدالرحمٰن المعلمیؒ (م ۱۳۸۶ھ) نے کہا: ''فلا أراه إلا قوياً''میں ان کو قوی سمجھتا ہوں۔(التنکیل: ج۲: ص۵۹۷)

لہذا قاضی، حافظ عمر بن الحسن الاشنانیؒ (م ۳۳۹ھ) صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

اصحاب الحدیث کا اصحاب الرائ پر تشدد، ایک حقیقت ہے۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

اصحاب الحدیث یعنی محدثین ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اوران کے متبعین کو اصحاب الرائ قرار دیتے تھے۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اصحاب الرائ کے سلسلے میں اصحاب الحدیث یعنی ائمہ محدثین عام طور سے متشدد اور متعنت تھے۔

مختصر دلائل درج ذیل ہیں:

قولی دلائل:

(۱) امیر المومنین فی الحدیث، امام الجرح والتعدیل، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''أصحابنا يفرطون في أبي حنيفة وأصحابه''

ہمارے اصحاب امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب کے سلسلے میں زیادتی کرتے ہیں۔ (**جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر: ج ۲: ص ۱۰۸۱**)

(۲) مشہور حافظ الحدیث، مفسر، مجتہد، امام ابن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ

''تحامى حديثه قوم من أهل الحديث من أجل غلبة الرأي عليه وتفريعه الفروع والمسائل في الأحكام مع صحبة السلطان وتقلده القضاء''

محدثین کی ایک جماعت نے امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کی احادیث سے پرہیز کیا ہے، ان پر غلبة الرأي وغیرہ کی وجہ سے۔۔۔۔۔ (**الانتقاء لابن عبد البر: ص ۱۷۳، نیز دیکھئے ص: ۴۳، ۱۳۲، ۱۷۲**)، اوراس کی تشریح میں

(۳) حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''كان يحيى بن معين يثني عليه ويوثقه وأما سائر أهل الحديث فهم كالأعداء لأبي حنيفة وأصحابه''

امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی تعریف کرتے اوران کو ثقہ قرار دیتے تھے اور باقی تمام محدثین امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب کے گویا دشمن تھے۔ (**الانتقاء لابن عبد البر: ص ۱۷۳**)

(۴)　اسی طرح مشہور ثقہ، فقیہ، امام ابوعبداللہ، محمد بن احمد بن حفص البخاریؒ (م ۲۶۴ھ) بھی ان حضرات کو متعنتین و طاعنین قرار دیا ہے۔ (مناقب ابی حنیفۃ لابن ابی حفص بحوالہ مناقب ابی حنیفۃ للزرنجری: ص ۱۳۱، ۱۱۹)

(۵)　محدث، امام بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''ھؤلاء کالأعداء لأبی حنیفۃ و أصحابہ علی ما یظھر من کلامھم''

یہ لوگ [یعنی محدثین] جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے گویا دشمن تھے۔ (مغانی الاخیار: ج ۱: ص ۲۴۳)

یہ ثقہ، ثبت ائمہ جرح و تعدیل اور صدوق ائمہ محدثین کی صریح شہادتیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور متبعین کے ساتھ ائمہ محدثین نے عام طور سے تشدد سے کام لیا ہے۔

فعلی دلائل:

(۱)　ثقہ، ثبت، حافظ، امام یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م ۲۷۷ھ) نے مشہور حدیث ''منھا الزلازل و الفتن، و منھا یطلع قرن الشیطان'' (کہ اہل عراق سے زلزلے اور فتنے ہونگے اور وہیں سے شیطان کی سینگ طلوع ہوگی) کا مصداق امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور ان کے متبعین کو قرار دیا ہے۔ جس کا اقرار المعرفۃ والتاریخ کے محقق سلفی عالم اکرم ضیاء العمری صاحب نے بھی کیا ہے۔ (المعرفۃ والتاریخ: ج ۲: ص ۷۴۷، ت العمری)

امام یعقوب بن سفیان الفسویؒ (م ۲۷۷ھ) کا علمی مقام، ثقاہت اور اتقان اپنی جگہ ہے، لیکن کیا یہ ان کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور ان کے متبعین پر تشدد نہیں ہے؟؟؟

(۲)　مشہور حافظ الحدیث، ثقہ، ثبت، امام ابوحاتم ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''و کان رجلا جدلا ظاھر الورع لم یکن الحدیث صناعتہ حدث بمائۃ و ثلاثین حدیثا مسانید ما لہ حدیث في الدنیا غیرہ أخطأ منھا في مائۃ و عشرین حدیثا۔۔۔''

امام ابوحنیفہؒ ایک جھگڑالو آدمی تھے، ظاہری تقوی تھا، حدیث ان کا میدان نہیں تھا، انہوں نے صرف ''۱۳۰'' احادیث مسند بیان کی ہے، اور اس کے علاوہ، دنیا میں ان کی کوئی حدیث موجود نہیں ہے اور ان ''۱۳۰'' میں انہوں نے ''۱۲۰'' احادیث میں خطاء کی ہے۔ (المجروحین لابن حبان: ج ۳: ص ۶۳)

- امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کو جھگڑالو اور ان کے تقوی کو ظاہری تقوی کہنا، کیا ان پر تشدد نہیں ہے۔
- غور کریں! اگر حدیث امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا میدان نہیں ہوتا، تو کیا ان سے سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، شعبۃ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ)، حماد بن سلمۃؒ (م ۱۶۷ھ)، حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ)، عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)، فضیل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ)، یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۷ھ)، وکیع بن الجراحؒ (م ۱۹۸ھ)، سفیان بن عیینۃؒ (م ۱۹۸ھ)، امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ) وغیرہ کئی ائمۃ الجرح والتعدیل روایت لیتے ؟

* سفیان بن عیینۃؒ (م ۱۹۸ھ) کہتے ہیں کہ "أول من أقعدني للحديث أبو حنيفة" سب سے پہلے حدیث کے لئے، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے مجھے بٹھایا تھا۔ (**فضائل ابی حنیفۃ لابن ابی العوام: ص ۱۸۵**)،

جس کا میدان حدیث نہ ہو، کیا وہ دوسروں کو حدیث کے لئے بٹھایے گا ؟ ؟

* ثقہ، ثبت، امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ "طلبت مع أبي حنيفة الحديث، فغلبنا۔۔۔" میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ حدیث طلب کی، تو وہ ہم پر غالب رہے۔ (**کتاب الطحاوی بحوالہ مناقب ابی حنیفۃ للذہبی: ص ۴۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴: ص ۳۹۷**)

جس کا میدان حدیث نہ ہو، وہ مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ) جیسے ثقہ، ثبت، امام پر غالب آئے گا ؟ ؟ ؟

* کئی ائمۃ الجرح والتعدیل اور ائمۃ المحدثین نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا حدیث میں ثقہ، ثبت ہونا نہ صرف تسلیم کیا ہے، بلکہ ان کو حفاظ الحدیث میں بھی شمار کیا ہے۔ دیکھئے **مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث للمحدث عبدالرشید النعمانی: ص ۵۸۔**

لہذا سوال یہ ہے کہ کیا حافظ الحدیث کا بھی میدان حدیث نہیں ہوتا ؟ ؟ ؟

- امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کے قول "۱۳۰ کی احادیث کے علاوہ، امام ابوحنیفہؒ کی کوئی حدیث دنیا میں موجود ہی نہیں ہے" کے جواب میں عرض ہے کہ امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کہتے ہیں کہ "روى من الحديث لعله أرجح من ثلاثمئة حديث من مشاهير وغرائب" ان کی احادیث "۳۰۰" سے کچھ زیادہ ہے۔ (**الکامل لابن عدی: ج ۸: ص ۲۴۶**)

کتاب الآثار بروایت ابی یوسف، کتاب الآثار بروایت محمد، مسند ابی حنیفۃ بروایت ابی نعیم، مسند ابی حنیفۃ بروایت

ابن المقری، جامع المسانید للخوارزمی وغیرہ کتابیں دلالت کرتی ہے کہ امام ابوحنیفۃ کی مسند روایات ''۳۰۰'' سے کہیں زیادہ ہے۔

نیز امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے علم میں ۵ لاکھ ''۵۰۰۰۰۰'' احادیث تھی، جیسا کہ انہوں نے اپنے لڑکے حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۱۷۶ھ) سے کہا تھا۔ (**مخطوطۃ وصیۃ ابی حنیفۃ لابنہ**)

- امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کے قول ''**أخطأ منها في مائة وعشرين حديثا۔۔۔**'' کے جواب میں عرض ہے کہ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) معصوم عن الخطاء نہیں، بلکہ بشر تھے، ان سے حدیث میں خطاء ووہم ہوسکتا ہے۔ لیکن اصحاب الحدیث نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور ان کے اصحاب کی احادیث کے ساتھ سختی کی اور ان سے روایت نہیں لی، **من أجل غلبة الرأي عليه وتفريعه الفروع والمسائل في الأحكام** وغیرہ کی وجہ سے، جیسا کہ مشہور حافظ الحدیث، امام الجرح و التعدیل، امام ابن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) اور حافظ المغربؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ کے حوالے گزر چکے۔

لہذا امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی جن احادیث پر اعتراض ہے، ان کو پیش کیا جائے، جیسا کہ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے پیش کیا ہے۔ تاکہ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کی جرح میں سختی والے پہلو کا احتمال ختم ہوجائے۔ واللہ اعلم

بریحال امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) جرح میں متشدد بھی تھے اور اصحاب الحدیث میں سے بھی تھے۔ لہذا امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) پر ان کا یہ کلام تشدد پر مبنی ہے۔ واللہ اعلم

(۳) حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ

''**والمحفوظ عند نقلة الحديث عن الأئمة المتقدمين في أبي حنيفة خلاف ذلك**''

محدثین کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے سلسلے میں ائمہ متقدمین سے ان اقوال (یعنی اقوال المدح) کے خلاف (یعنی اقوال الذم) محفوظ ہے۔ (**تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۳۶۵**)

توجہ فرمائیں! حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے توثیق کے مقابلے میں، ان کے سلسلے میں مروی اقوال الذم کو ترجیح دی ہے، جس کو اسی کتاب میں انہوں نے اپنے اس قول کے بعد نقل کیا ہے۔

لیکن کیا کوئی اہل حدیث معتدل عالم بھی ان اقوال الذم کو امام صاحبؒ کے حق میں صحیح مانتا ہے؟؟؟

اور پھر حافظ المشرقؒ (م ۴۶۳ھ) کے قول سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر محدثین کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ

(م ۱۵۰ھ) کے سلسلے میں اقوال الذم راجح ہے۔اس سے بھی امام الجرح والتعدیلؒ (م ۲۳۳ھ)، حافظ ابن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ)، حافظ المغربیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ کے اقوال کی تصحیح ثابت ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اوران کے متبعین کے سلسلے میں محدثین کی ایک جماعت متشدد تھی۔ واللہ اعلم

(۴) مشہور حافظ الحدیث، ثقہ، ناقد، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)، امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"وقد استغنى أهل الحديث عما يرويه محمد بن الحسن وأمثاله"

اہل حدیث یعنی محدثین محمد بن الحسن اوران جیسے حضرات سے روایت کرنے سے مستغنی ہے۔(**الکامل لابن عدی: ج۷: ص۴۷۸**)

حالانکہ امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) سے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)، امام ابوعبید، قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ)، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام اسماعیل بن توبہؒ (م ۲۴۷ھ) وغیرہ حضرات نے روایت لی ہے۔(**مجلہ الاجماع: ش ۱۳: ص ۶۰، تاریخ الاسلام، سیر وغیرہ**)

اگر یہ اہل حدیث یعنی محدثین نہیں ہے تو پھر کون ہے؟؟؟

نیز امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، ان کے اصحاب و متبعین سے جن جن محدثین نے روایت لی ہے، کیا وہ تمام کے تمام ائمہ حدیث کی صف سے خارج ہو گئے؟؟

یہ کچھ مختصر دلائل و براہین ہے کہ اصحاب الرائ کے سلسلے میں اصحاب الحدیث عام طور سے متشدد اور متعنت تھے۔ پھر اصحاب الحدیث میں ہونے کے علاوہ، اگر جارح متشدد یا متعصب بھی ثابت ہوجائے، تو ان کی صحاب الرائ پر کی گئی جرح کی کیا حیثیت ہوتی ہے، اہل علم خوب جانتے ہے۔

پس اللہ تعالی ہمارے دلوں میں اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائ، دونوں کی محبت کو پیدا فرمائے۔۔۔آمین

دیگر وجوہات کی وجہ سے جرح:

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے کلام کو بغیر سیاق سباق کے نقل کر دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے ان کے کلام کا غلط مفہوم لیا گیا اوران ائمہ حضرات نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) پر کلام کر دیا۔ مثلاً

قال الخطيب رحمه الله تعالى (ج ۱۳ ص ۳۹۳):

أخبرنا القاضي أبو بكر الحيري حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم قال سمعت الربيع بن سليمان يقول: سمعت أسد بن موسى قال: استتيب أبو حنيفة مرتين۔

قال عبد الله بن أحمد رحمه الله (ج ۱ ص ۲۱۰):

حدثنا أحمد بن محمد بن يحيى بن سعيد القطان حدثنا يحيى بن آدم حدثنا شريك و حسن بن صالح أنهما شهدا أبا حنيفة و قد استتيب من الزندقة مرتين۔

قال الإمام أحمد رحمه الله (ج۳ص ۲۳۹):

كتب إليّ ابن خلاد قال: سمعت يحيى قال: حدثنا سفيان قال: استتاب أصحاب أبي حنيفة أبا حنيفة مرتين أو ثلاثاً۔

قال الإمام أحمد رحمه الله في العلل (ج ۲ ص ۵۴۵):

سمعت سفيان بن عيينة يقول: استتيب أبو حنيفة مرتين. فقال له أبو زيد: يعني حماد بن دليل رجل من أصحاب سفيان لسفيان: في ماذا؟ فقال سفيان: تكلم بكلام فرأى أصحابه أن يستتيبوه فتاب۔

قال عبد الله بن أحمد رحمه الله في السنة (ج ۱ ص ۲۱۹):

حدثني أبو موسى الأنصاري قال سمعت أبا خالد الأحمر يقول: استتيب أبو حنيفة من الأمر العظيم مرتين۔

قال أبو زرعة الدمشقي في تاريخه (ج ۱ ص ۵۰۵):

حدثنا أبو مسهر قال حدثني يحيى بن حمزة عن شريك قال: استتيب أبو حنيفة مرتين۔

قال العقيلي رحمه الله (ج ۴ ص ۲۸۲):

حدثنا محمد بن عيسى قال حدثنا إبراهيم بن سعيد قال سمعت معاذ بن معاذ العنبري يقول: استتيب أبو حنيفة من الكفر مرتين۔

یہ تمام روایات سلفی شیخ مقبل بن ھادیؒ کی کتاب ''نشر الصحيفة'' سے لی گئی ہیں۔

یہ تمام روایات جس کو شیخ مقبلؒ نے ذکر کیا ہے، اسی طرح اور دوسری روایات جو کتب تاریخ اور اسماء الرجال میں

موجود ہیں، ان میں سے کسی میں بھی صراحۃً یہ منقول نہیں کہ امام صاحبؒ کو کفر سے توبہ کرتے یا کراتے ہوئے راوی نے بالمشافہۃ خود دیکھا ہو۔

لہذا ایسی روایت سے امام صاحبؒ پر کسی قسم کا بھی اعتراض نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ آدمی پر کفر کا الزام لگانا، زنا سے بھی بڑی تہمت ہے، اور زنا عینی گواہوں سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ ناقلین سے۔

اب چاہے ''۴'' کے بجائے ''۱۰'' لوگ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی نے زنا کیا، لیکن ان میں سے کوئی بھی عینی شاہد نہیں ہے، تو کیا مذہب اسلام اس آدمی پر زنا کی سزا مقرر کرے گا؟

ہرگز نہیں، بس یہی معاملہ امام صاحبؒ کے تعلق سے مروی ان روایات کا ہے جن میں کفر سے ان کی توبہ کرنے یا کروانے کا ذکر ہے۔

ہم یہی کہتے ہیں کہ جتنی روایتیں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی صراحت نہیں کہ راوی نے بالمشافہ یا بالمشاہدۃ اپنی آنکھوں سے امام صاحبؒ کو کفر سے توبہ کرتے یا کراتے ہوئے دیکھا ہو۔ لہذا اس طرح کی روایات چاہے ''۶'' ہوں یا ''۱۰''، ان سے امام صاحبؒ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح کی روایات صرف افواہوں کی بنیاد پر ہوسکتی ہے، کہیں بھی کسی صحیح روایت میں کوئی ثقہ راوی یا شاگرد بالمشافہہ امام صاحبؒ سے اس طرح کی بات نقل نہیں کرسکتا۔

اور پھر امام لالکائیؒ (م ۴۱۸ھ) کہتے ہیں :

''أنا محمد بن أبي بكر، أنا محمد بن مخلد، قال: نا الحسن بن الصباح، قال: نا مؤمل، قال: نا سفيان، قال: سمعت عباد بن كثير، يقول: "استتيب أبو حنيفة مرتين"

عباد بن کثیرؒ (ضعیف راوی) کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔ (**شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم ۱۸۳۰**)

معلوم ہوا سفیانؒ نے یہ روایت عباد بن کثیرؒ سے سنی تھی اور عباد مشہور ضعیف راوی ہیں۔ (**تقریب رقم: ۳۱۳۹**)

لہذا سفیانؒ کی یہ روایت باطل و مردود ہے، نیز اس بات کا قوی احتمال ہے کہ یہ بات سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سے سننے کے بعد، انکے معاصر اور شاگرد مثلاً ابوخالد احمرؒ، شریک بن عبداللہ نخعیؒ، ابن عیینہؒ، معاذ بن معاذ عنبریؒ وغیرہ نے نقل کردی

ہو۔(تہذیب الکمال: ج۱۱: ص ۱۵۴، تفسیر قرطبی: ج۱۰: ص ۱۳۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۴: ص ۲۴۲، حدیث نمبر ۴۰۸۸)

اور پھر سفیان کے شاگرد ابن عیینہؒ سے ان شاگرد امام احمدؒ اور اسد بن موسیؒ وغیرہ نے اس بات کو آگے بڑھادیا ہو۔ مگر کسی نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے سماع یا خود دیکھنے کی تصریح کے ساتھ یہ واقعہ نقل نہیں کیا۔ واللہ اعلم

جب کہ دوسری روایت میں اس واقعہ کی صحیح تشریح موجود ہے، چنانچہ ثقہ، ثبت، محدث عبدالقادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) کہتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو الْفضل الْكرْمَانِي لما دخل الْخَوَارِج الْكُوفَة ورأيهم تَكْفِير كل من أذْنب وتكفير كل من لم يكفر قيل لَهُم هَذَا شيخ هَؤُلَاءِ فَأَخذُوا الإِمَام وَقَالُوا تب من الْكفْر فَقَالَ أَنا تائب من كل كفر فَقيل لَهُم أَنه قَالَ أَنا تائب من كفر كم فَأَخَذُوهُ فَقَالَ لَهُم أبعلم قُلْتُمْ أم بِظَنّ قَالُوا بِظَنّ قَالَ إِن بعض الظَّن إِثْم وَالْإِثْم ذَنْب فتوبوا من الْكفْر قَالُوا تب أَيْضا من الْكفْر فَقَالَ أَنا تائب من كل كفر فَهَذَا الذى قَالَه الْخُصُوم أَن الإِمَام استتيب من الْكفْر فى طَرِيق الْحجاز..."

صدوق، امام، فقیہ ابوالفضل کرمانیؒ (م ۵۴۳ھ) کہتے ہیں کہ جب خوارج کوفہ میں داخل ہوئے، اور ان کا مذہب یہ تھا کہ وہ ہر گناہ گار کو کافر قرار دیتے تھے، اور (جو عاصی کو کافر نہ کہے) اس کی بھی تکفیر کرتے تھے، تو کسی نے ان سے کہا کہ یہ (امام ابوحنیفہؒ) سب کے استاد ہیں، تو انہوں نے امام کو پکڑ لیا اور کہا کفر سے توبہ کرو تو امام ابوحنیفہ نے کہا: کہ میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں۔

مگر خوارج سے پھر کسی نے کہہ دیا کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ میں تمہارے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔

تو خوارج نے امام کو پکڑ لیا، تو امام صاحب نے کہا کہ: ایسا تم نے کسی یقین کی بنیاد پر کہا ہے یا پھر تمہارا گمان ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ ظن کی بنیاد پر، امام صاحب نے کہا کہ: ﴿ان بعض الظن إثم﴾۔ (بعض گمان گناہ ہیں) اور اِثم گناہ ہے پس تم کفر سے توبہ کرو، پھر وہ خوارج، امام سے کہنے لگے کہ: کفر سے تم بھی توبہ کرو تو امام نے کہا کہ میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں۔

یہ وہ بات جس کو خصم یعنی مخالف نے ذکر کیا ہے کہ امام نے حجاز کے راستے میں توبہ کی ۔۔۔۔(**الجواهر المضية في طبقات الحنفية: ج ۱: ص ۴۸۸-۴۸۷**)

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ **فضائل أبي حنيفة وأخبار لابن ابی العوام:ص ٧٤، ٧٥ رقم ٨٤** پر موجود ہے۔
(تفصیل کے لئے مجلہ الاجماع :ش ۹:ص ۴۶)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب سے جس بات سے توبہ کرائی گئی تھی دراصل وہ قابلِ اعتراض بات ہی نہ تھی ،لیکن جب امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے کلام کو بغیر سیاق سباق کے نقل کر دیا گیا ،اوران کے کلام کا غلط مفہوم لیا گیا۔جس کی وجہ سے ائمہ حضرات نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) پر کلام کر دیا۔

لہذا اس طرح کی روایات سے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ،اور کہیں بھی کسی صحیح روایت میں کوئی ثقہ راوی یا شاگرد بالمشافہہ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے اس طرح کی بات مکمل سیاق سباق کے ساتھ نقل نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم

امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ ہیں۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

امام ابونعیم، فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے:

امام ابونعیمؒ (م ۲۱۹ھ) کہتے ہیں کہ

”لا ينبغي أن يؤخذ الحديث إلا عن ثلاثة حافظ له وأمين عليه وعارف بالرجال“

کسی کے لئے بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ حدیث لیں مگر ۳ لوگوں سے۔

(۱) حدیث کو محفوظ رکھنے والے سے،

(۲) حدیث کے سلسلے میں امانت دار سے،

(۳) رجال کے جاننے والے سے۔(**المستخرج علی مسلم لابی نعیم: ج ۱: ص ۵۲**)

اور مشہور سلفی عالم ومحدث ابوعبدالرحمٰن مقبل بن ھادی کے شاگرد، سلفی شیخ نورالدین الوصابی اس قول کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

”ولم يكن ليامر غيره ان لا ياخذ الا عن من كان هذا حاله ثم يترخص لنفسي في الرواية عن الضعفاء ،والله اعلم“

ایسا نہیں ہوسکتا، کہ امام ابونعیمؒ دوسروں کو حکم دے، کہ وہ حدیث ایسے آدمی سے لے، جس کا حال گزر چکا، پھر وہ خود ضعفاء سے روایت کرنے میں متساہل ہوجائے۔(**دراسات حديثية متعلقة بمن لا يروي الا عن ثقة للوصابي: ص ۳۰۱-۳۰۲**)

اسی طرح امام ابونعیمؒ (م ۲۱۹ھ) کا ایک اور قول ”<u>میں نے سعید بن ابی عروبہؒ کو حالت اختلاط میں پایا، تو میں نے ان سے روایت نہیں لی، بلکہ میں نے سفیان کے طریق سے ان سے روایت بیان کی ہے، لیکن ان سے، اس حالت میں روایت نہیں لی</u>“ بھی ان کے رواۃ کے سلسلے میں ان کے ورع واتقان پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ شیخ وصابی نے صراحت کی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

اور امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) نے امام صاحبؒ سے بھی روایت لی ہے۔ (سیر: ج۶: ص ۳۹۳، **تہذیب الکمال: ۲۹: ص ۴۷۱**)

یعنی امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ ہیں۔

دیگر اقوال سے تائید:

(۱)　امام ابن کاس النخعیؒ (م ۳۲۴ھ) اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ

"(قال ابن كأس القاضي: ثنا الحسين بن الحكم الحبري قال) قال أبو نعيم: كان أبو حنيفة حسن الدين، عظيم الأمانة"

امام ابونعیم، فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ دین کے اچھے (اور) بڑے امانت دار تھے۔

(بحوالہ مناقب للذہبی: ص ۴۱)

رواۃ کی تحقیق:

(۱)　حافظ ابن کاس النخعیؒ (م ۳۲۴ھ) کی توثیق گزر چکی۔ (دیکھئے **تاریخ الاسلام للذہبی**)

(۱۱)　ابوعبداللہ حسین بن حکم الحبریؒ (م ۲۸۱ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (**سوالات حاکم للدارقطنی: رقم ۹۰**)

(۱۱۱)　امام ابونعیم، فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ثبت امام ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۴۰۱، سیر**)

لہذا یہ قول کی سند صحیح ہے۔ [۱]

---

(۱)　**نوٹ نمبر ۱:**

حافظ ذہبیؒ نے ابن کاسؒ کے حوالے سے ایک قول ذکر کیا اور اس کے متصلاً امام ابونعیمؒ کے اس قول کو بھی نقل کیا ہے۔ ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: **قال ابن كأس القاضي: ثنا الحسن بن الحكم الحبري، ثنا علي بن حفص البزاز، قال: كان حفص بن عبد الرحمن شريك أبي حنيفة، وكان أبو حنيفة يجهز عليه، فبعث إليه أن في ثوب كذا عيبا، فإذا بعته فبين، فنسي حفص وباعه من غير تبيان من رجل غريب، وعلم أبو حنيفة، فتصدق بجميع ثمنه قال أبو نعيم: كان أبو حنيفة حسن الدين، عظيم الأمانة۔** (مناقب للذہبی: ص ۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابونعیمؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک امام صاحبؒ دین میں اچھے، درست اور صحیح تھے۔

نوٹ:

ایک اور روایت میں امام نعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) نے کہا: "کان و اللہ عظیم الأمانة" اللہ کی قسم، وہ بڑے امانت دار تھے۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۵۶) [۱]

اور یہاں روایت میں امانت داری سے دین کی امانت داری بھی مراد ہے، جیسا کہ پہلے روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اور ابوعبداللہ حسین بن حکم الحبریؒ (م ۲۸۱ھ)، امام ابونعیمؒ (م ۲۱۹ھ) کے بھی شاگرد ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ج۹: ص ۴۰۹، مستخرج ابی عوانہ: ج۱۷: ص ۴۲۰)

لہذا اب اس قول کی مکمل سند اس طرح ہوئی :

قال ابن كأس القاضي: ثنا الحسين بن الحكم الحبري قال قال أبو نعيم: كان أبو حنيفة حسن الدين، عظيم الأمانة، واللہ اعلم۔

نوٹ نمبر ۲:

یہ روایت ابن کاسؒ کی کتاب سے لی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۱۳: ص ۱۲۸۔

(۱) ثقہ، ثبت، حافظ ابوالقاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۴ھ) نے اس کی سند یوں ذکر کی ہے کہ

حدثني أحمد بن محمد بن سلامة قال: حدثني مضر بن محمد بن مضر قال: ثنا عثمان بن أبي شيبة قال: سمعت أبا نعيم الفضل بن دكين يقول: و ذكر أبا حنيفة فقال: كان و الله عظيم الأمانة۔ (فضائل ابی حنيفة: ص ۵۶)

سند کے روات:

(۱) حافظ ابوالقاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۴ھ) اور

(۲) امام احمد بن محمد بن سلامہ، ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۳) مضر بن محمدؒ (۲۷۷ھ) ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج۶: ص ۶۲۹)

(۴) امام، حافظ عثمان بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۹ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج۵: ص ۸۸۴)

(۵) امام ابونعیمؒ (م ۲۱۹ھ) کی توثیق گزر چکی۔

لہذا یہ سند بھی صحیح ہے۔

اور حافظ ابو نعیمؒ (م ۲۱۹ھ) نے صراحت بھی کی، کہ حدیث اس سے لو، جو حدیث کے سلسلے میں امانت دار ہے، جیسا کہ گزر چکا، اور خود حافظ ابو نعیمؒ (م ۲۱۹ھ) نے امام صاحبؒ سے حدیث بھی لی ہے۔

لہذا ''**عظيم الأمانة**'' کا تعلق حدیث سے بھی ہے۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو نعیمؒ (م ۲۱۹ھ) کے نزدیک، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ، حسن الدین اور نیک انسان تھے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ

- ائمہ محدثین، مثلاً حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) اور
- حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) وغیرہ نے کہا: کہ

ممن انتهى الينا ثناؤه على أبى حنيفة ومدحه له۔۔۔۔۔۔۔۔ وأبو نعيم الفضل بن دكين''

امام ابو نعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ)، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی تعریف وثناء اور مدح فرماتے تھے۔ (**الانتقاء لابن عبد البر: ص ۱۳۷، والفظ لہ، اکمال تہذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۵۶**)